بہاولپور میں اردو صحافت کی روایت اور ''لالہ صحرا'' کا کردار

ڈاکٹر شعیبہ معید

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردوو مشرقی زبانیں

سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا

Abstract:

The magazine " Lala-e-Sehra was one of most literary magazine published from a town of old Bahawalpur State. The history of Journalism & Literature of Bahawalpur State is incomplete without mentioning this worthy magazine. Only one issue of this magazine had gained historic importance. Sayed Mubarak Shah Jelani had great effort to publish it in 1933.

بہاول پور کا صحرائے چولستان جو کبھی دریائے ہاکڑہ کے سبب انتہائی سرسبز وشاداب رہا تھا لیکن گردشِ زمانہ نے اسے ریت کا دریا بنا دیا پھر ایک وقت ایسا آیا کہ اس ریتلی زمین کے قرب وجوار میں عباسی خاندان ایسا آباد ہوا کہ وہی ریاست بن گیا اور انھی کی سرپرستی میں علمی، ادبی اور صحافتی روایات پروان چڑھیں کیوں کہ یہ سرزمیں علمی، ادبی اور صحافتی پس منظر کی حامل رہی ہے اس کا اندازہ اس خطہ کی قد آور علمی شخصیات ناموراُدباء، شعراءاوران گنت اخبارات وجرائد کی اشاعت سے لگایا جاسکتا ہے۔

''لالہ صحرا'' بھی سابق ریاست بہاول پور سے جاری ہونے والا ایک ادبی جریدہ تھا۔ بہاول پور کی تقریباً ڈیڑھ سوسالہ قدیم صحافتی وادبی تاریخ''لالہ صحرا'' کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ اگرچہ ''لالہ صحرا'' کا عرصہ اشاعت اگرچہ برقرار نہ رہ سکا تاہم اس کا ایک ہی شمارہ اردوادب کی دنیا میں تاریخی اور یادگاری حیثیت حاصل کر گیا اور اس رسالے نے سرزمین بہاول پور میں ادب کی ترویج اور ارتقاء کی جدوجہد میں تسلسل برقرار رکھنے کا فرض پورا کیا اور بلاشبہ اس کا اجراء ریاست بہاولپور کے ایسے دورہ افتادہ علاقہ کے اہل قلم اور برصغیر کے دوسرے علاقوں کے لکھنے والوں کیلئے روشنی کی ایک کرن ثابت ہوا۔ ''لالہ صحرا'' کی خدمات کا جائزہ لینے سے قبل ریاست بہاول پور میں صحافتی ارتقاء کا جائزہ لیناضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس اہم صحافتی ادبی مرکز میں صحافت وادب کی کیا روایت تھی۔

چوں کہ اردو صحافت کے دیگر مراکز کلکتہ، دہلی، مدراس، لکھنؤ، علی گڑھ، لاہور سے شائع ہونے والے اخبارات اور جرائد نے صحافت وادب میں ترویج میں تاریخی کردار ادا کیا وہاں سابق ریاست بہاول پور سے شائع ہونے والے اخبارات و جرائد نے بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ ابتدائی اخبارات و جرائد جن میں ریاستی اخبار ''صادق الاخبار''، کالج مجلہ ''نخلستان ادب'' اور عوامی رسالہ ''غمزہ یار'' جو محض ایک بار ہی شائع ہوا، اپنے اپنے تئیں اردو کی ترقی، ترویج اور فروغ میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ یہ صحافت کا ابتدائی دور تھا اور جب یہ سلسلہ چل نکلا تو پھر ریاست کے مختلف گوشوں اور خاص کر بہاول پور سے مطبوعہ صحافت اپنے ڈگر پر چل نکلی اور یوں اردو زبان اپنی ادبی چاشنی سے اپنے متعلقین کو سرفراز کرتی گئی۔ قیام پاکستان سے قبل کی صحافت اور اس کے ادبی کردار کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ کس طرح اردو زبان اور صحافت اپنے آغاز وارتقاء کے بعد سابق ریاست بہاول پور میں پھلی پھولی۔

بہاول پور کے باسیوں کی زبان صدیوں سے سرائیکی ہے جب عباسی حکمران اس علاقے پر متمکن ہوئے تو ان کی زبان بھی سرائیکی ہی تھی لیکن سرکاری خط وکتابت فارسی زبان میں ہی کی جاتی، برصغیر میں جب اردو زبان نے پَر پُرے نکالے تو ریاست بہاول پور بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا کیوں کہ دنیا کی دیگر زبانوں کی طرح اردو زبان بھی اپنے متعلقین کو رفتارِ زمانہ کے ساتھ بہرہ مند کرتی آ رہی ہے تاہم اردو اردو زبان معرضِ وجود میں آنے کے بعد ایک طویل عرصے تک محض ادبی زبان رہی اور اس میں زیادہ تر شعر وشاعری ہوتی رہی۔ اردو اگرچہ برصغیر پاک وہند کے باشندگان کی کوکھ سے نکلی ہے لیکن برطانوی ش۔ شَرقُ الہند کمپنی جب ہندوستان میں وارد ہوئی تو اس نے اپنے مقاصد کے حصول کے پیش نظر فارسی کو ختم کرنے کے لیے اردو کو گود لیا اور اس زبان کی نشوونما اور پرداخت کی۔ ڈاکٹر مسکین حجازی اپنی کتاب ''صحافتی زبان'' کے باب ''صحافتی اردو کے ارتقاء'' میں ابتدائی دور کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> ''انگریزوں نے فورٹ ولیم کالج قائم کر کے اردو کے فروغ کی جو کوشش کی اُس کی وجہ اُن کی اردو سے محبت نہیں تھی۔ اصل سبب یہ تھا کہ وہ فارسی کو ختم کرنا چاہتے تھے۔۔۔ انگریزوں کی فارسی دشمنی بالواسطہ طور پر اردو کے فروغ کا باعث بنی۔''(١)

اردو جب خواص سے نکل کر عوام کی زبان بننے لگی تو اُس کے پَر پُرزے نکلتے دیکھ کر خود ہندوستانیوں نے بھی گود اٹھانا شروع کر دیا اور اس کو مستند مقام دینے کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ اردو زبان تاریخ کے ایسے ناگزیر تقاضوں سے وجود میں آئی اور اتنی ہر دلعزیز مقبول اور عام فہم ہوئی کہ لوگوں کو اس میں اپنے خیالات کا اظہار فطری آسان اور ضروری معلوم ہوا اور پھر جب ذرائع طباعت کا استعمال شروع ہوا تو تصنیف و تالیف کا کام اردو زبان اور صحافت کے مراکز کلکتہ، دہلی لکھنو، مدراس، علی گڑھ لاہور اور بہاول پور سے اردو زبان میں اخبارات و رسائل شائع ہونا شروع ہوئے۔ بہاول پور کی سرزمین عہد قدیم سے علمی و ادبی مرکز کی حیثیت سے اپنی الگ پہچان رکھتی ہے۔ یہاں اردو زبان و ادب کے ابتدائی نقوش اٹھارویں صدی عیسوی میں ملتے ہیں۔ اردو کے دیگر مراکز کی طرح بہاول پور میں بھی اردو زبان نے اپنے ارتقائی مراحل طے کیے۔ جنوبی ہند میں حیدر آباد دکن کے بعد یہ ریاست بہاول پور ہی تھی جہاں ریاستی حکومت نے ہر طرح سے اردو زبان کی سرپرستی کی اور اردو زبان کو سرکاری دفاتر میں رائج کیا۔ اس بارے میں مسعود حسن شہاب لکھتے ہیں:

> ''اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اردو کو اپنانے والے علاقوں میں بہاول پور سرفہرست رہا ہے۔ اہل علم نے فارسی کے بعد جس زبان کو سب سے زیادہ اہمیت دی وہ اردو ہی تھی۔ سرکاری زبان کے طور پر بھی اُردو کو رواج دینے کا سہرا اوّل اوّل بہاول پور کے سر رہا۔''(۲)

سابق ریاست بہاول پور ۱۷۲۷ء میں قائم ہوئی تھی، اسے اپنے آغاز ہی سے تہذیبی، ثقافتی اور علمی و ادبی مرکز کی حیثیت سے خاص مقام حاصل رہا ہے۔ یہ خطہ کئی تبدیلیوں سے گزرا، ۱۷۴۸ء میں اس وقت کے ریاستی حکمران امیر محمد بہاول خاں نے شہر بہاول پور کی بنیاد رکھی۔ یہاں سے باقاعدہ ادبی و صحافتی سرگرمیوں کا آغاز ۱۸۶۷ء سے ۱۸۷۹ء کے درمیان ہوا۔ یہی وہ دور ہے جب برصغیر کے متعدد علاقوں میں ادبی اور صحافتی مراکز وجود میں آرہے تھے۔ اس دوران چھاپے خانوں کے قیام نے صحافت کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔ اخبارات اور جرائد کی اشاعت سے اہل قلم کی حوصلہ افزائی ہوئی اور ریاست بہاول پور میں بھی صحافتی سرگرمیوں کا آغاز بھی اسی دور میں ہوا اس دور کے بارے میں مسعود حسن شہاب رقمطراز ہیں:

''۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حکومت انگلشیہ نے
۱۸۶۶ء سے ۱۸۷۹ء تک ریاست کا انتظام سنبھال
لیا۔ انہوں نے اس تیرہ سالہ دور میں تمام سرکاری
محکموں کی از سر نو تنظیم کی۔ ریاست کی آمدنی کے
وسائل بڑھائے، غیر ضروری اخراجات کم
کیے، نہری نظام کو جدید خطوط پر استوار کر کے
ریاست کی زرعی معیشت کو مستحکم
کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صحافتی اور ادبی سرگرمیوں کا
آغاز بھی اسی دور میں ہوا۔''(۳)

اٹھارہویں صدی کے ساتویں عشرے میں جب ریاست بہاول پور میں کونسل آف ریجنسی کی حکومت تھی تو ریاست کے سپرنٹنڈنٹ کیپٹن منچین کے حکم سے بہاول پور میں صادق الانوار پریس قائم کیا گیا۔ اس پریس میں انگریزی اور اردو زبان میں طباعت کی سہولت موجود تھا۔ صادق الانوار کا قیام بلاشبہ ایک درست سمت میں قدم تھا۔ بہاول پور میں ایک چھاپہ خانہ کی ضرورت درپیش تھی۔ اس سرکاری پریس سے قبل ریاستی سرکار ضروری کاغذات کی طباعت دوسرے شہروں سے کراتی تھی جبکہ ادبی، اور مذہبی کتابیں بھی بیرون بہاول پور سے شائع کروائی جاتی تھیں۔ پریس صادق الانوار کے قیام کے ایک سال بعد ریاست بہاول پور کے پہلے اخبار ''صادق الاخبار'' کا پہلا شمارہ ۱۲ ستمبر ۱۸۶۷ء کو منظر عام پر آیا۔ آٹھ صفحات پر مشتمل اس اخبار میں سرکاری خبریں، شاہی فرمان، سرکاری احکامات، اطلاعات، مراسلے اور مضامین شائع ہوتے تھے۔ اس اخبار کے اجراء پر کیپٹن منچین کا خیال تھا کہ اس کے ذریعے ریاست کا انتظام مضبوط ہو گا اور عوام کی بھلائی کے ساتھ ساتھ ریاست بھی مستحکم ہو گی۔ بلاشبہ اس اخبار کی صحافتی خدمات کے توسط سے عوام اور ریاستی اخبار محدود حکومت کے درمیان رابطے کی موثر کوشش کی گئی۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ریاست کے تمام علاقوں تک اس اخبار کی رسائی ممکن نہ تھی کیونکہ صادق الاخبار محدود تعداد میں شائع ہوتا رہا۔

''صادق الاخبار'' کے اجراء کے ۴۵ سال بعد صادق ایجرٹن کالج کا مجلہ ''نخلستان ادب'' منظر عام پر آیا۔ یہ محض ایک درسگاہ کا رسالہ نہیں تھا بلکہ بہاول پور کی صحافت اور ادب کی عمارت کی بنیاد ثابت ہوا۔ ''صادق الاخبار''

اور ''نخلستان ادب'' کی مضبوط بنیاد پر صحافت وادب کے دَرودیوار وجود میں آئے اور بہاول پور کی صحافت اور ادب کی آبیاری کی اور اس میں جو تخلیقات شائع ہوئیں وہ معیار کے لحاظ سے مثالی تھیں۔ ''نخلستان ادب'' جس زمانے میں جاری ہوا اس دور میں بہت کم ایسے تعلیمی ادارے تھے، جن کے زیر اہتمام رسالے شائع ہوا کرتے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب اردو ادب کی مختلف اصناف اپنا رُخ اور انداز تشکیل دے رہی تھیں، شعر و نثر میں جدت کا پہلو جگہ بنا رہا تھا اور نئے لکھنے والوں کی ایک بڑی تعداد قافلہ ادب میں شامل ہو رہی تھی۔ جب بنگال سے ایک قابل پروفیسر عبدالحمید کالج میں بطور پرنسپل آئے تو انہوں نے آتے ہی ''اردو بزم حمیدیہ'' کی بنیاد ڈالی اور پھر جب پروفیسر محمد اشرف گورگانی کالج کے پرنسپل تعینات ہوئے تو ایسی ادبی شخصیت کی آمد کے باعث کالج کو چار چاند لگ گئے، اردو ادب کا چرچا ہوا، شعر و شاعری افسانے، ڈرامے تخلیق ہونے لگے۔ ''نخلستان ادب'' میں اردو، انگریزی اور سرائیکی تینوں زبانوں میں اساتذہ اور طالب علموں کے ادب پارے شائع ہوتے رہے ہیں اور بہاول پور کی بیشتر سرکردہ شخصیات نے ''نخلستان کے ادب'' کے ذریعہ ہی ادب اور صحافت کے میدان میں قدم رکھا۔

بہاول پور کی ادبی تاریخ کے اولین دور میں ''صادق الاخبار'' اور ''نخلستان ادب'' نے جو کردار ادا کیا اس کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکے گا یہ دونوں بہاول پور کے ادب اور صحافت کے وہ ستون ہیں جن پر ان شعبہ جات کی عمارت کھڑی کی گئی ہے۔ ''صادق الاخبار'' سرکاری گزٹ تھا اور اس میں کافی عرصہ تک شعر وادب شائع ہوتا رہا۔ ان میں بہاول پور اور ہندوستان کے دیگر علاقوں کے اہل قلم کے اشعار اور مضامین شائع ہوتے رہے۔ ''نخلستان ادب'' اس وقت کے تعلیمی اداروں کا ایک ایسا مجلہ ہے جو اب تک شائع ہو رہا ہے۔ ایس ای کالج میں جہاں تدریس کا معیاری نظام موجود تھا وہاں نامور اساتذہ جو ادب کی دنیا کی نامور شخصیات بھی تھیں، انہوں نے طالب علموں کو ادب تخلیق کرنے کی ترغیب دی اور ساتھ ہی ان کی رہنمائی بھی کی اس طرح ایک معیاری تعلیمی ادارے میں معیاری تعلیم کے ساتھ ادب سازی کا بھی اہتمام کیا گیا تھا اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

''نخلستان ادب'' کے بعد عوامی سطح پر شائع ہونے والا پہلا جریدہ ''لالہ صحرا'' تھا جو بدقسمتی سے اپنی پہلی اشاعت کے بعد سلسلہ برقرار نہ رکھ سکا، تاہم اس کا ایک ہی شمارہ اردو ادب کی دنیا میں تاریخی اور یادگاری حیثیت حاصل کر گیا۔ یہ جریدہ صادق آباد کے علاقہ سنجر پور کے مخدوم سید مبارک علی شاہ کی سرپرستی میں شائع ہوا اور اس کے مدیر نامور شاعر روش صدیقی تھے۔ ''لالہ صحرا'' میں ملک کے نامور انشاء پردازوں کی تخلیقات شامل کی گئی تھیں۔ اس رسالے کے بارے میں مسعود حسن شہاب نے لکھا ہے:

''۱۳۵۲ ہجری یا ۱۹۳۳ء میں سید مبارک شاہ جیلانی نے صادق آباد کے قصبہ سنجر پور سے ''لالہ صحرا'' کے نام سے ایک سہ ماہی ادبی رسالہ نکالا۔ ایک دور افتادہ قصبہ سے جہاں نہ کتابت و طباعت کی کوئی سہولت تھی اور نہ دوسرے لوازم کا کوئی نام و نشان تھا محض اردو ادب کی خدمت کے جذبے سے کسی ادبی رسالے کا نکالنا جرأتِ رندانہ سے کم نہ تھا۔ مبارک شاہ صاحب کو اردو ادب کا ذوق قدرت سے ودیعت ہوا تھا۔ انہوں نے اس ریگستان میں پہلے ایک لائبریری قائم کر کے ادب سے اپنی والہانہ شیفتگی کا ثبوت دیا تھا اور اس کے بعد ایک ادبی رسالے کا اجراء ان کے دیوانہ اردو ہونے کی بڑی واضح دلیل تھی۔''(۴)

سید مبارک شاہ جیلانی جس علاقہ سے تعلق رکھتے تھے وہاں ادبی سرگرمیوں کا کوئی وجود ہی نہیں تھا اور نہ ہی اس کا تصور کیا جا سکتا تھا۔ یہاں اہل قلم تو دور کی بات ہے ادبی ذوق رکھنے والے بھی نہیں تھے، شاہ صاحب کو ادب سے محبت تھی اور انہوں نے کتابوں کے مطالعہ کو اپنا اولین مقصد جانا۔ انہوں نے جہاں اردو شعر و ادب کی کتابیں جمع کر کے انہیں لائبریری کی شکل دی وہاں ان کا خط و کتابت کے ذریعے اس وقت کے ہندوستان کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے نامور اہل قلم سے رابطہ تھا، ان میں روش صدیقی کا نام بھی شامل ہے۔ مبارک شاہ ادبی رسالہ جاری کرنا چاہتے تھے، انہوں نے خطوط کے ذریعہ روش صدیقی کو ''لالہ صحرا'' کی ادارت قبول کرنے پر آمادہ کیا، روش صدیقی نے سید مبارک شاہ کی خواہش اور خواب کو عملی شکل دینے میں اہم کردار ادا کیا اور ضلع سہارن پور کے علاقہ جوالہ پور میں بیٹھ کر سید مبارک شاہ سے مشاورت کر کے ''لالہ صحرا'' کو مرتب کیا اور لاہور کے عالم گیر پریس سے چھپوا کر سنجر پور سے شائع کیا۔ ''لالہ صحر''ا کی ضخامت ۱۳۹ صفحات تھی۔

"لالہ صحرا" کا واحد شائع ہونے والا پرچہ جو "مبارک لائبریری" سنجر پور میں موجود ہے،اس کے مطابق رسالے کی تاریخ اشاعت ۱۹۳۳ء ہے۔ یہ رسالہ ۱۳۹ صفحات پر مشتمل تھا اس کے مدیر اعلیٰ روش صدیقی اور مدیر مسؤل سید مبارک شاہ جیلانی تھے۔اس میں تاجور نجیب آبادی کی حمد، روش صدیقی کا اداریہ "لوح خیال" سید مبارک شاہ جیلانی کی گزارشات اور ڈاکٹر عبد الستار صدیقی الٰہ آباد، ڈاکٹر سید عابد حسین جامعہ ملیہ دہلی، شبیر الحسن الٰہ آباد، مولانا سید حسن، مولانا حسرت شاہ وارثی جالندھر، سید شہناہ حسین رضوی، مولوی شبیر الحسن، جوش ملیح آبادی اور تمکین کاظمی حیدر آباد کے پیغامات شامل تھے۔

"لالہ صحرا" کے بانی سید مبارک شاہ جیلانی کے صاحبزادے سید انیس شاہ جیلانی نے "لالہ صحرا" کے مدیر، روش صدیقی اور سید مبارک شاہ جیلانی کے خطوط شائع کئے ہیں۔ جن میں "لالہ صحر" ا کی اشاعت اور تدوین اس کے علاوہ دوسرے معاملات مسائل اور مشکلات کا تفصیل کے ساتھ ذکر موجود ہے۔ان خطوط سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ سید مبارک شاہ جیلانی جو ادب کی خدمت کے بے پناہ جذبے سے سرشار تھے "لالہ صحرا" کے ذریعہ وہ اپنے شوق وجذبے کی کس انداز میں تکمیل چاہتے تھے اور روش صدیقی نے انہیں خطوط کے ذریعہ "لالہ صحرا" کی طباعت اور دوسرے مراحل کی تکمیل کی راہ میں رکاوٹوں سے آگاہ کیا۔ ۹ مارچ ۱۹۳۳ء کو روش صدیقی کی جانب سے مبارک جیلانی کو لکھے گئے مکتوب کی چند سطریں ملاحظہ کیجیئے:

> "۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میرے محترم بھائی،آپ جس قلیل سرمایہ ئ سپاس عظیم الشان اقدام کا آغاز کرنا چاہتے ہیں وہ اس کے لیے بالکل ناکافی ہے،کم از کم سہ صد روپیہ سے "لالہ صحرا" کے فکر سے ہم مطمئن ہو سکتے ہیں۔اس میں کم از کم ۱۷۰ روپیہ تو اشاعت اولیں کی طباعت و تکمیل پر اور ایک سو تیس دیگر اخراجات کے لیے۔جب تک یہ رقم فراہم نہ ہو جائے نہ میں خود کوئی پیش قدمی کروں گا اور نہ آنجناب کو کسی اقدام کا مشورہ دوں گا۔"(۵)

سید مبارک شاہ جیلانی نے ''لالہ صحرا'' کی سرپرستی اور اس رسالے کی کامیابی میں معاونت اور مشاورت کیلئے اُس عہد کے نامور اہل قلم کو مکتوب ارسال کئے۔ جس سے ان کی ادبی کوششوں کی نشاندہی ہوتی ہے اور اس امر کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ''لالہ صحرا'' کو ادب کی دنیا میں کیا مقام دلانا چاہتے تھے۔اسی سلسلے میں انھوں نے مولوی عزیزالرحمن کو ایک خط لکھا جس کے جواب میں مولوی عزیزالرحمن انھیں لکھا:

''رسالہ لالہ صحرا اور عنایت نامہ پہنچے۔ ہاتھ کی تکلیف کے باعث میں خود عرئضہ لکھنے سے قاصر ہوں اس لیئے اپنے عزیز سے رسید بمہ شکریہ لکھا کر عرض کر رہا ہوں۔ آپ کی ہمت اور استقلال سے سنجر پور کا صحرا ادبی لالہ زار ہو گیا ہے۔ میری دعا ہے کہ آپ کی سعی مشکور ہو اور محنت کامیاب ہو۔ میں اپنا چندہ خریداری عنقریب بھیج دوں گا۔ کسی بھی خریدار کے بہم پہنچانے کا کام میرے منصبی لحاظ سے مشکل ہے۔ میں یہاں ایک جج کی حیثیت رکھتا ہوں۔ اور جج ایسے کاموں کیلئے بالکل غیر مناسب ہوتا ہے۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ پچھلے دنوں حضرت قبلہ پیر احمد شاہ صاحب بھی اپنی ذاتی مشکلات اور قرضہ کی زیر باریوں کے متعلق کچھ کرنے کیلئے تشریف لائے تھے مگر میری مجبوریوں کے باعث یہاں کچھ نہ ہو سکا۔ اس لیے میں کسی خریدار کے بہم پہنچانے کیلئے کوئی توقع نہیں دلا سکتا۔ بہاول پور اگر گیا تو اپنے احباب کو متوجہ کرونگا۔ والسلام۔ خاکسار۔ محمد عزیز الرحمن۔''(۶)

''لالہ صحرا''کا اجراء بلاشبہ ریاست بہاولپور ایسے دورہ افتادہ علاقہ کے اہل قلم اور برصغیر کے دوسرے علاقوں کے لکھنے والوں کیلئے روشنی کی ایک کرن ثابت ہوئی۔ صحرائی علاقہ کے ایک قصبہ سے ادبی پرچہ شائع کرنا اوراس میں اُس وقت کے نامور اہل قلم کے ادب پاروں کو شاملِ اشاعت کرنا بلاشبہ ادب کی وہ خدمت ہے جو بہت کم لوگ کرتے ہیں۔ ''لالہ صحرا'' کے اجراء کا تقریباًاُس عہد کے تمام نامور شعراء اور ادیبوں کی طرف سے خیر مقدم اس امر کی گواہی دیتاہے کہ سنجر پور ایسے دور افتادہ علاقہ کے سید مبارک شاہ جیلانی کا ترویج ادب کے لیے کیے جانے والے اقدام کو قابل تحسین قرار دیا گیا۔ ''لالہ صحرا''بہاول پور کی صحافتی اور ادبی تاریخ کا ایک خوشگوار باب ثابت ہوا۔اس کی ادارت اوراس میں لکھنے والے سبھی نامور ادیب اور انشاپرداز تھے،لہذااس میں شائع ہونے والی تخلیقات نے رسالے کو چار چاند لگادیئے۔

اس کے ایڈیٹر روش صدیقی کا مضمون''بلبل ہند'' مسز سروجنی نائیڈو اور ان کی باعظمت شاعری کااقتباس جو''لالہ صحرا''میں مظاہرِ فطرت کے عنوان کے تحت شائع کیا گیا جسے روش صدیقی شاہکار کا کہہ سکتے ہیں،ان کی انشاءپردازی ملاحظہ ہو:

> ''نارش ہند شریمتی سروجن دیوی ۱۳ فروری ۱۸۸۹ ء کو امام البلاد حیدر آباد کی مقدس سرزمین میں پیدا ہوئیں۔۔۔آپ دکن کے اعلیٰ نسب خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔بلبلِ ہند سروجنی دیوی کے والد محترم ڈاکٹر اگھور ناتھ چٹوپادیہ ایڈیزا کے ڈی ایس سی اور وان یونیورسٹی کے فاضل طبیعات تھے۔۔۔شریمتی سروجنی دیوی کی والدہ محترمہ وردہ سندری بھی شاعرہ تھیں۔''(۷)

''لالہ صحرا''میں اس دور کے نامور شعراء کا کلام شائع ہوا،''لالہ صحرا'' کے گوشہ شاعری کا عنوان ''وادی رنگ وبو'' تھا۔اس میں راشد وحیدی، آغاحشر کاشمیری، جوش ملیح آبادی،اثر صہبائی، حکیم آزاد انصاری، اختر شیرانی،ابوالحسن صدیقی اور شاہد صدیقی کی نظمیں شامل تھیں۔

آغا حشر کشمیری اپنے عہد کے نامور شاعر اور ڈرامہ نگار تھے۔ان کے منظوم ڈرامے بہت مقبول ہوئے اور اردو ڈرامہ کی تاریخ مرتب کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔"لالہ صحرا"میں آغا حشر کشمیری کی نظم "سر دو شکر یں" شائع ہوئی، جس کے چند اشعار کچھ اس طرح ہیں:

"جہاں دلبری میں دلربا تجھ سا
نہیں پایا
ترے حُسنِ ستم کو بھی محبت
آخریں پایا
یہ تارے ہیں کہ موجِ نور کے
چھلکے ہوئے قطرے
کہاں سے اے قمر تونے یہ
جامِ آتشیں پایا
سمجھتا تھا کہ ہے آزاد مطلق
مملکت دل کی
اسے بھی بادشاہ حسن کے زیر
نگیں پایا" (۸)

"لالہ صحرا"میں جہاں دوسرے نامور شعراء کا کلام شائع ہوا وہاں جوش ملیح آبادی کے اشعار بھی اس رسالہ کے زینت بڑھانے کا باعث بنے۔ "لالہ صحرا"میں شائع ہونے والی جوش ملیح آبادی کی ایک نظم کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

"ابر کے لکے نہیں سبزے کی زیبائی نہیں
وہ مناظر خوش ہو جس سے عام بینائی نہیں
خشک چٹیل کھردرا میدان تاحد نگاہ
سَرو مخروں مضمحل لب خشک ہے آب

وگیاہ
ہر طرف اک منظر افسردگی کلیاں نہ پھول
چندسوکھی جھاڑیاں اک آدھ بے
پروابول‘‘(۹)

’’لالہ صحرا‘‘میں جہاں شعر و نثر کی متعدد اصناف میں مہارت رکھنے والے شاعروں اور ادیبوں کی تخلیقات شائع کی گئیں، وہاں تاریخ وسیاحت پر سید حسن برنی، سید عبدالحفیظ، شہنشاہ حسین رضوی اور مولوی حکیم غلام غوث نواں کوٹی کے مضامین شامل کئے گئے۔ یہ معلومات مضامین پڑھنے والوں کی دلچسپی کے باعث تھے۔’’لالہ صحرا‘‘ کے ادبی کردار کے بارے میں ڈاکٹر نواز کاوش نے یہ رائے دی ہے:

’’گو ’’صادق الاخبار‘‘ سرکاری گزٹ تھا، اس میں شعر وادب کو بہت کم جگہ ملی۔اس طرح ’’غمزہ یار‘‘ بھی شاعری کا گلدستہ جس میں چند شاعروں کی تخلیقات ہی شامل ہوسکیں۔ مگر ’’لالہ صحرا‘‘ وہ ادبی پرچہ ہے جس میں اصناف ادب کے بیشتر فن پارے جمع کئے گئے۔ اگر وسائل کی کمیابی اشاعت کی دشواری اور ادبی مراکز سے دوری راہ میں حائل نہ ہوتی تو’’لالہ صحرا‘‘ بہاول پور میں ادبی تاریخ کا ایک پورا باب ثابت ہوتا۔اس کے باوجود اُس دور میں اردو نثر و نظم کی قندیلیں جلائی گئیں جس سے مستقبل کیلئے خوش آئندہ توقعات پیدا ہو گئیں۔‘‘(۱۰)

سید مبارک شاہ جیلانی نے جن اکابرین ادب کو مکتوب لکھے اس کی تفصیل درج ہے:

’’نیاز فتح
پوری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۳مار

چ۱۹۳۱ ء

سید سلیمان

ندوی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۴ مئی

۱۹۳۱ ء

محمد

دین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۱۶ ستمبر ۱۹۳۱ ء

اختر

شیرانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یکم

جولائی ۱۹۳۳ ء

سردار اکبر خاں لغار

ی۔۔۔۱۵ اپریل ۱۹۳۳ء ''

(۱۱)

سید مبارک شاہ جیلانی کے صاحبزادے سید انیس شاہ جیلانی نے ''لالہ صحرا'' کی کہانی'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس کے آخر میں تحریر کیا ہے:

''مبارک اردو لائبریری جس کی ابتداء مبارک جیلانی لائبریری سے ہوئی تھی، اس کے ذاتی کتب خانے کے چرچے ریاست بہاول پور میں عام ہو رہے تھے۔ اس کتب خانے کے سہ ماہی نقیب ''لالہ صحرا'' کی کہانی خطوں کی زبانی، میں نے مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ذرا پچاس برس پہلے کا تصور تو کیجئے کیا دل گردے کے لوگ تھے۔ لنگوٹی

میں پھاگ کھیلتے اور مگن رہتے تھے، زندگی کیلئے کوئی
مقصد کوئی لٹک چاہیے۔"(۱۲)

سید انیس شاہ جیلانی اسی مضمون میں روش صدیقی کی جانب سے مبارک شاہ جیلانی کو "لالہ صحرا" کے لیے بار بار رقم کے تقاضے کے بارے لکھتے ہیں:

"سید مبارک شاہ جیلانی میں اگر ذراسی بھی خود اعتمادی کا جذبہ پیدا ہو جاتا تو وہ خود مقامی ادیبوں اور شاعروں کے جلو میں آگے بڑھ سکتے تھے۔ اٹھتی جوانیاں، ادھر روش صدیقی کے ولولوں کا ہجوم،ادھر دور افتادہ کی صحرا نوردیاں اچھی خاصی کشاکش کے باوجود ایک شمارہ نکال کر ہی دم لیا دونوں نے، ابا مرحوم سید مبارک شاہ جیلانی نے دو چار بار وہ جو حساب کتاب طلب کئے ہیں۔ اصل بات روپے پیسے کی نہیں برگشتگی خاطر کا باعث میں سمجھتا ہوں۔۔۔۔۔۔"(۱۳)

ادب کی تاریخ مرتب کرنے اور اس حوالے سے تحقیق کرنے والے "لالہ صحرا" کے ادبی مقام کو تسلیم کرتے ہیں۔ سید مبارک شاہ جیلانی اور روش صدیقی نے جہاں سرزمین بہاول پور سے نجی رسالے کی اشاعت کی بنیاد رکھی وہاں اس تحریک کو بھی جاری رکھا جو آج کامیابی سے ہم کنار ہو رہی ہے۔ "لالہ صحرا" اپنی اشاعت کو برقرار نہ رکھ سکا لیکن "لالہ صحرا" کی تحریک کو آگے بڑھانے کیلئے دوسرے اہل ادب و صحافت میدان میں آئے اور بہاول پور میں ادب کے کچے کوٹھوں اور جھونپڑیوں کی پر شکوہ عمارتوں بلکہ محلات میں بدل دیا اور آج خطۂ بہاول پور کے لوگ اپنی صحافتی اور ادبی تاریخ پر رشک کرتے ہیں۔

اگرچہ سید مبارک شاہ جیلانی کی ادارت میں صرف ایک ہی پرچہ شائع ہو سکا تھا۔ تاہم ان کے صاحبزادے سید انیس شاہ جیلانی نے اس سلسلے کو آگے بڑھانے کے لیے کوشش شروع کی۔ ایک پرچہ اچھی طباعت نہ ہونے کے باعث سید انیس جیلانی نے تقریباً تین سو کاپیاں جلا دیں جبکہ دوسرا پرچہ تیار تو کروایا لیکن شائع نہ کروا

سکے۔ نومبر ۱۹۸۷ء میں ''لالہ صحرا'' کے نام سے کتابی سلسلہ شروع کیا جو سہ ماہی ''لالہ صحرا'' کی طرح تسلسل برقرار نہ رکھ سکا۔ ''لالہ صحرا'' کے کتابی سلسلہ میں سید انیس شاہ جیلانی نے ابتدائیہ میں لکھا تھا:

''ناکامیوں، محرومیوں اور نامرادیوں کی ایک اور داستان کا اضافہ کرتے ہوئے قلم رکتا ہے۔ تاہم مجھے لکھنا تو ہے۔ ابا مرحوم سید مبارک شاہ جیلانی نے اپنی معاشرتی ذمہ داریوں کا حق ادا کرتے ہوئے ایک روگ اردو کتابوں کا پالے رکھا۔ اس میں ہزار اذیتوں کے باوجود ایک لطف، ایک لذت اور ایک راحت بھی تو ہے۔ ابا نے مبارک اردو لائبریری کا ڈول توڈالا ہی تھا، سہ ماہی ''لالہ صحرا'' روش صدیقی کے تعاون سے جاری کیا۔ ایک ہی پرچہ نکل کر رہ گیا۔ جوالا پور ضلع سہارن پور کہاں اور یہ قریہ محمد آباد جو اپنی کم مائیگی کی وجہ سے قریبی قصبے سنجر پور میں ہی شمار ہوتا تھا۔ ابا نے ادارتی ذمہ داری خود اعتمادی کے فقدان کی وجہ سے اپنے کندھوں پر نہ رکھی ہو گی۔ روش صاحب نے لاہور آکر پرچہ بڑے اہتمام سے چھپوایا لیکن ادبی پرچوں کو نہ تب پوچھا جاتا تھا نہ اب۔ دوسرے شمارے کے لئے خطوں کا ایک پلندہ جس میں علی برادران کے (محمد علی) کے خطوط بھی تھے جو جوالا پور بھجوادیئے اور وہ وہاں ضائع ہو گئے۔ روش آج بھجواتا ہوں کل بھجواتا ہوں کرتے رہے، بالآخر تان اس پر توڑی کہ وہ کہیں اِدھر اُدھر ہو چکے ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں مجھے خیال ''لالہ صحرا'' کو

پھر جاری کرنے کا آیا۔ درخواست اجازت نامے کے
لئے دی گئی مگر رسید آج تک نہ ملی۔ ابا نے کہا تھا
کہ ''لالہ صحرا'' پرانی باتیں ہیں تم نئے ''رگ تاک''
سے بات شروع کرنا۔''(۱۴)

سیدانیس شاہ جیلانی نے ''لالہ صحرا'' کے کتابی سلسلہ کے پہلے شمارے میں جو ابتدائیہ لکھا ہے اس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے والد کے مشن کو آگے بڑھانے کی خواہش رکھتے تھے لیکن حالات نے ان کا راستہ روک رکھا تھا۔ یہ کتابی سلسلہ یکم نومبر ۱۹۸۷ء کو شائع ہوا۔ جس میں مضامین کی ترتیب اس طرح تھی:

۱۔ فرہنگ سرائیکی۔ غیر ضروری باتیں

۳۔ پس آئینہ۔۔ سلطان جمیل نسیم

۴۔ اُردو ادب پر مغربی ادب کے اثرات۔۔۔ نظیر صدیقی

۵۔ طومار

''لالہ صحرا'' کتابی سلسلے کا اجراء مبارک اُردو لائبریری محمد آباد و تحصیل صادق آباد کی طرف سے کیا گیا۔

''غیر ضروری باتیں'' کے عنوان سے مضمون میں سید انیس جیلانی نے اپنے اور اپنے والد سید مبارک شاہ کے بارے میں لکھا ہے۔

''ان کی ذات تو بے حد ارفع و اعلیٰ اور گرامی مرتبت
ہے۔ ہاں ان کا اُردو سے عاشقانہ اور والہانہ ربط ضبط
اور ذوق کتب اندوزی مجھ میں ضرور حلول کر گیا
ہے۔ غالباً اس لیے نہیں کہتا کہ ہم موحد ہیں۔
تشکیک کی گرفت یہاں بے حد کمزور پڑ جاتی ہے۔
باپ کی چھوڑی ہوئی کتابوں میں اضافے کا مرتکب
کچھ ایسا تو نہیں ہوا تاہم جو کچھ تھا وہ ہے۔ ایک روگ
میں نے قلم چلانے کا پال لیا۔ اسے بھی اضافہ کہنا
چاہیے۔ بزرگوں کی چھوڑی ہوئی املاک میں تخفیف

بہر طور نہیں کہا جائے گا۔ حکیم زیادہ کیا چلتا کہ وہ تو
بزرگان طریقت کے نوادر مشاہیر کے ملفوظات چند
ایک اپنی کاوشوں اور ابا مرحوم کے مسودات میں
دب کردم توڑ چکا۔''(۱۵)

کچھ عرصے کے بعد سید انیس شاہ جیلانی کے دل میں والد کی محبت جاگی اور انھوں نے جنوری ۲۰۰۳ء میں ''لالہ صحرا'' کا کتابی سلسلہ شروع کرتے ہوئے رئیس امروہی نمبر شائع کیا۔ یہ مبارک اردو لائبریری کی مطبوعات کا ناقابل فراموش حصہ ہے۔اس کو سید انیس شاہ جیلانی کے علاوہ منشی علی محمد پٹواری نے مرتب کیا ہے۔

رئیس امروہوی نمبر میں منشی علی محمد پٹواری کا اختتامیہ، سید انیس شاہ جیلانی کی گزارش اور رئیس امروہوی کی شخصیت اور فکروفن کے بارے میں سویا ساچی کے عنوان سے خوبصورت مضمون شامل ہے۔ منشی علی محمد پٹواری نے افتتاحیہ میں لکھاہے:

''شاہ صاحب اچھے خاصے ادبی ذوق کے مالک تھے۔
اُردو کی چند ابتدائی کتب اور عربی کے علاوہ
فارسی ''گلستان بوستان'' تک پڑھی ہوئی تھی۔ خاص
طور پر اُردو کے شیدائی تھے۔آخری عمر میں سرائیکی پر
اچھا خاصا کام کیا اور چند مخطوطے اپنی یاد چھوڑے۔جو
مبارک اردو لائبریری میں اب تک موجود
ہیں۔لائبریری روز بروز ترقی کی راہ پر گامزن
ہے۔مزید دلی تسکین کے لئے حضرت قبلہ شاہ
صاحب نے ایک رسالہ بنام ''لالہ صحرا''اس
گلِ لالہ نے اپنی خوشبو سے علاقہ بھر کو معطر کیا۔
اتنے سال بعد اب سید انیس شاہ جیلانی نے لالہ صحرا
کے دوبارہ اجراء کے ارادے باندھ لیے
ہیں۔''(۱۶)

سید انیس شاہ جیلانی نے ''گزارش'' میں ''لالہ صحرا'' سے شروع ہونے والی ادبی خدمات اور اپنے ادب پارے تخلیق کرنے کی کوششوں کا مخصوص انداز میں ذکر کیا ہے۔

''میں کوئی لکھاری تو تھا نہیں، اس کے آثار بھی نظر نہیں آتے، بس یونہی پڑھتے پڑھتے قلم بھی چلتا رہا، بیس برسوں میں درجن بھر خاکے لکھے، یہ بھی کوئی لکھنا ہوا۔ دو ایک خاکے اِدھر ادھر بھجوائے بھی گئے، یہی جواب آیا یہ ہمارے کام کی چیز نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔''(۱۷)

انیس جیلانی کا رئیس امروہوی کے بارے مضمون "سویا ساچی" امروہوی صاحب کی شخصیت فکر وفن اور ادب وصحافت کے لئے خدمات کے ذکر سے عبارت ہے۔ انہوں نے رئیس امروہوی سے اپنی ملاقاتوں اور تعلق کے حوالے سے بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں جن سے رئیس امروہوی کی شخصیت کے بعض پہلو پہلی مرتبہ سامنے آئے ہیں۔ انیس جیلانی نے لکھا ہے کہ:

''رئیس قادر الکلام اس بری طرح کے تھے کہ اچھی بات ہو، بری بات ہو واقعہ ہو، سانحہ ہو یا حادثہ ہو موتی کی طرح شعر میں پرو کر رکھ دیتے۔ گو انہوں نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ وہ شعر میں گفتگو کر سکتے تھے۔ وہ قطعہ، نظم اور مرثیہ ہی نہیں غزل میں بھی اچھے اچھے شعر نکالا کرتے تھے۔ قطعہ نگاری تو ان کی اس قدر مقبول ہوئی کہ ہم ہی کیوں، سینکڑوں اخبار بیں اخبار جنگ کا سرورق الٹ کر ایک نظر پہلے قطعہ دیکھ لیتے بعد میں خبریں پڑھا کرتے تھے۔ قطعہ اتنا حسب حال اور برجستہ ہوا کرتا تھا کہ احباب اس کا ایک دوسرے سے ذکر کیا کرتے تھے۔''(۱۸)

انیس جیلانی نے اپنے مضمون میں جو اصل میں رئیس امروہوی کے بارے میں ان کا اظہاریہ ہے رئیس صاحب کے کئی قطعات شامل کئے ہیں جو پاکستان کے ابتدائی سالوں میں شائع ہوئے۔ انھوں نے رئیس امروہوی کے قطعات کی کتاب کی شکل میں طباعت کا ذکر بھی کیا ہے۔ رئیس امروہوی کی ادبی سرگرمیوں اور مجلسی زندگی کے ساتھ انیس جیلانی نے ان کی گھریلو زندگی کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہ کس طرح گھر کے کاموں میں دلچسپی ہی نہیں ان میں حصہ بھی لے لیتے تھے۔ انہوں نے رئیس امروہوی کے بعض خطوط بھی اپنے اظہاریہ میں شامل کئے ہیں۔ رئیس امروہوی نمبر میں انیس جیلانی نے رئیس امروہی کی ایک تصویر بھی شامل کی ہے جو ۱۹۶۸ء میں رئیس امروہی کی محمد آباد (تحصیل صادق آباد) میں آمد پر بنائی گئی تھی۔

انیس جیلانی رئیس امروہوی کی وفات بارے تحریر کرتے ہیں:

> ''رئیس امروہوی طبعی موت نہیں مرے، قتل کردیئے گئے۔ میں نے رئیس صاحب کے مرنے کی خبر ٹی وی خبر نامے میں سنی۔ خالی جیب راتوں رات کیونکر نکل کھڑا ہوتا۔ صبح ہوتے ہوئے سفر خرچ فراہم ہو گیا، دن ڈوبنے سے پہلے کراچی وارد ہوا۔ جنازہ پڑھا جاچکا تھا۔ کفن دفن بھی ہو چکا تھا۔''(۱۹)

انیس جیلانی نے امیر حمزہ شنواری کی خودنوشت ''د خیبر زوئے'' (فرزند خیبر) سے رئیس امروہوی کے بارے میں سطور کو شامل مضمون کیا ہے، جس میں رئیس امروہوی کے گھریلو اور ذاتی معاملات کا ذکر ہے۔

انیس جیلانی نے رئیس امروہوی کے ساتھ کافی عرصہ گزارا اور وہ ان کی شخصیت کے کئی ایسے پہلوؤں سے واقف تھے جن کے بارے میں انہیں چاہنے والے زیادہ نہیں جانتے۔

''لالہ صحرا'' ترویج ادب اور اہل قلم کی حوصلہ افزائی کی جانب نمایاں پیش رفت تھی۔ اس پرچے کے اجراء کے بنیادی مقاصد بھی یہی تھے۔ ''لالہ صحرا'' میں جو ادبی و شعری تخلیقات شامل اشاعت کی گئیں ان میں زیادہ تر شاعری اور نثر ان سرکردہ اہل قلم کا تھا جو اُس وقت دنیائے ادب پر چھائے ہوئے تھے۔ اس دور میں جس معیار کی شاعری اور نثر لکھی جا رہی تھی۔ اس کی واضح جھلک ''لالہ صحرا'' میں ملتی ہے۔ اردو کی معروف اصناف میں شعر و ادب جو اس دور کے سرکردہ جرائد اور رسائل میں شائع ہو رہا تھا، اسی معیار کا بھی مواد ''لالہ صحرا'' میں شامل

تھا۔ ’’لالہ صحرا‘‘ کے مدیر روش صدیقی اپنے دور کے سرکردہ اہل قلم تھے اور انہوں نے رابطوں کا فائدہ اٹھایا اور بیشتر سرکردہ اہل قلم کو دعوت دی کہ وہ لالہ صحرا کیلئے خصوصی طور پر اپنی تخلیقات دیں۔ سید مبارک شاہ جیلانی جو ادب سے جڑے ہوئے تھے اور انہیں ادب سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا وہ اپنے ذاتی کتب خانہ سے کئی قدم آگے ادب کی تالیف میں بھرپور کردار ادا کرنا چاہتے تھے۔ روش صدیقی نے جیلانی صاحب کی اس خواہش کو حقیقت کا روپ دینے کیلئے انتھک کوشش کی اور ادبی اکابرین کے ساتھ مشاورت کی اور ان کی معاونت سے ’’لالہ صحرا‘‘ کو ایک ادبی حوالہ بنانے میں کامیابی حاصل کی۔ ’’لالہ صحرا‘‘ میں شائع ہونے والے ادبی مواد کا معیار اور اہل قلم کا اسلوب بلاشبہ مثالی تھا اور اس سے اردو ادب کے ارتقاء میں حصہ لینے والوں کا عکس نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ ’’لالہ صحرا‘‘ کا عرصہ اشاعت اگرچہ برقرار نہ رہ سکا لیکن اس رسالے نے سرزمین بہاول پور میں ادب کی ترویج اور ارتقاء کی جدوجہد میں تسلسل برقرار رکھنے کا فرض پورا کیا۔

حوالہ جات

۱۔ مسکین علی حجازی ڈاکٹر، صحافتی زبان، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۰ء، طبع اول، ص ۴۹

۲۔ مسعود حسن شہاب، بہاول پور میں اردو، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ص ۱۱

۳۔ محولا بالہ، ص ۳۸،۳۹

۴۔ مسعود حسن شہاب، بہاول پور میں اردو، اردو اکیڈمی بہاولپور، ص ۱۴۸

۵۔ سید انیس شاہ جیلانی، لالہ صحرا کی کہانی، مشمولہ سہ ماہی الزبیر، سو سالہ صحافت نمبر، ۱۹۸۴ء، ص ۱۰۳

۶۔ محولا بالہ، ص ۱۲۸

۷۔ روش صدیقی، بلبل ہند سروجنی نائیڈو، مشمولہ لالہ صحرا، سنجر پور، ریاست بہاول پور، ۱۹۳۳ء، ص ۱۶،۱۷

۸۔ آغا حشر کاشمیری، سرود شکریں، محولہ بالا، ص ۲۹

۹۔ جوش ملیح آبادی، فروغ ادراک، محولہ بال، ص ۳۴

۱۰۔ سید انیس شاہ جیلانی، نواز کاوش، ڈاکٹر، بہاول پور کا ادب، چولستان علمی ادبی فورم، بہاول پور، ۲۰۱۰ء، ص ۲۲۵

۱۱۔ لالہ صحرا کی کہانی، از انیس شاہ جیلانی، مشمولہ سہ ماہی الزبیر سو سالہ صحافت نمبر، ص ۱۲۴ تا ۱۳۹

۱۲۔ محولا بالہ، ص ۱۳۹

۱۳۔ محولا بالہ، ص ۱۴۰

۱۴۔ ابتدائیہ از سید انیس شاہ جیلانی، مشمولہ لالہ صحرا، الفاظ پریس، رحیم یار خاں، ۱۹۸۷ء، ص ا

۱۵۔ غیر ضروری باتیں از سید انیس شاہ جیلانی، مشمولہ لالہ صحرا، الفاظ پریس، رحیم یار خاں، ۱۹۸۷، ص ۳۔۴

۱۶۔ منشی علی محمد پٹواری، افتتاحیہ، مشمولہ لالہ صحرا کتابی سلسلہ ۲۰۰۳ء، ص ۳،۴

۱۷۔ رئیس امروہوی، گزارش، مشمولہ لالہ صحرا کتابی سلسلہ، ۲۰۰۳ء، ص ۶

۱۸۔ انیس شاہ جیلانی، سویا ساچی، مشمولہ لالہ صحرا کتابی سلسلہ، ۲۰۰۳ء، ص ۸

۱۹۔ محولہ بالا، ص ۱۰